INTERNATIONAL JOURNAL OF
SOCIAL SCIENCES BULLETIN
ISSN: (E) 3007-1917 (P) 3007-1909

Volume 4, Issue 2, 2026

WOMEN'S INHERITANCE RIGHTS IN SEMITIC RELIGIONS: A COMPARATIVE AND CRITICAL STUDY

عورت کے وراثتی حقوق: سامی مذاہب کا تقابلی و تنقیدی مطالعہ

Amina Ameer[1], Dr. Waleed Khan[*2]

[1]MS Scholar, Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt College Women University Sialkot
[*2]Lecturer Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt College Women University Sialkot

[*2]waleedkhan764110.wk@gmail.com

Corresponding Author: *
Dr. Waleed Khan

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.22746658

Received	Accepted	Published
13 December 2025	28 January 2026	12 February 2026

ABSTRACT

Inheritance is closely related to family, property and the economic position of individuals in society. The question of women's inheritance is therefore not only about the distribution of property after death; it also reflects the position given to women within the family and the wider legal structure of a society. Judaism, Christianity and Islam share a common Semitic religious background, but their approaches to inheritance developed in different historical and legal settings. This study examines women's inheritance rights in these three religious traditions through a comparative and critical analysis of their primary religious texts and selected legal interpretations. The study follows a qualitative and comparative approach. Relevant passages from the Torah, the New Testament and the Qur'an are examined alongside classical Islamic legal sources and contemporary academic research. In the Jewish tradition, the story of the daughters of Zelophehad is particularly important. The Torah recognizes their right to inherit when there is no son, while another passage places a condition on the transfer of inherited tribal land. This shows that female inheritance was recognized, but within a wider family and tribal structure. Modern scholarship also notes that Jewish law developed other forms of financial protection for women alongside the rules of inheritance. The Christian tradition presents a different situation. The New Testament contains references to inheritance, but it does not provide a detailed system of fixed shares for daughters, wives, mothers and other heirs. The development of inheritance law in Christian societies therefore took place through Roman law, canon law, customary practices and later civil legislation. It would be too broad to conclude that Christian women had no property rights; rather, the New Testament does not present a comprehensive inheritance code comparable to that found in the Qur'an. The Islamic position is more explicit. The Qur'an directly recognizes women as heirs and declares that both men and women have an obligatory share in what parents and close relatives leave behind (Qur'an 4:7). More detailed rules are given in Surah al-Nisa 4:11, 4:12 and 4:176. These verses establish the inheritance rights of daughters, mothers, wives and sisters in different circumstances. The well-known principle that a male receives the share of two females applies to a particular case and cannot be treated as a universal rule of Islamic inheritance.

Keywords: *Women's Inheritance, Judaism, Christianity, Islam, Torah, Bible, Qur'an, Islamic Law, Property Rights, Comparative Study.*

موضوع کا تعارف

وراثت کا تعلق صرف اس مال سے نہیں جو کسی شخص کی وفات کے بعد اس کے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یہ دراصل خاندان کے اندر ملکیت کی منتقلی کا ایک ایسا نظام ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی معاشرے میں مختلف رشتوں کو قانونی اعتبار سے کس مقام پر رکھا گیا ہے۔ اسی لیے عورت کے حقِ وراثت پر گفتگو کرتے ہوئے صرف یہ دیکھنا کافی نہیں کہ اسے کتنا حصہ ملا، بلکہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اسے وارث تسلیم ہی کس بنیاد پر کیا گیا اور اس حق کی نوعیت کیا ہے۔

قدیم معاشروں میں جائیداد اور خاندان کا تعلق بہت مضبوط تھا۔ زمین، گھر اور دوسری املاک صرف فرد کی ذاتی ملکیت نہیں سمجھی جاتی تھیں بلکہ ان کا تعلق خاندان، نسب اور بعض اوقات قبیلے کے تسلسل سے بھی ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں عورت کی وراثت کا مسئلہ ایک سادہ مالی معاملہ نہیں رہتا تھا، کیونکہ شادی کے بعد اس کا تعلق ایک خاندان سے دوسرے خاندان کے ساتھ قائم ہو جاتا تھا۔ یہی پس منظر یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں وراثت کے مختلف تصورات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں سامی مذہبی روایتوں سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن عورت کے حقِ وراثت کے بارے میں ان کی قانونی صورت ایک جیسی نہیں۔ یہودی مذہبی متن میں عورت کے وراثتی حق کی کچھ واضح صورتیں ملتی ہیں۔ عیسائی روایت میں نئے عہد نامے کا انداز مختلف ہے اور وہاں وراثت کے حصوں کا مکمل نظام موجود نہیں۔ اسلام میں قرآن مجید نے عورت کے حقِ وراثت کو براہِ راست بیان کیا اور متعدد وارثوں کے حصے مقرر کیے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی وراثت کو صرف اس اصول کے ذریعے سمجھا جاتا ہے کہ "ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے"۔ اس سے پورے اسلامی نظام کی تصویر سامنے نہیں آتی۔ دوسری طرف یہ بھی درست نہیں کہ یہودیت یا عیسائیت میں عورت کے مالی حقوق کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ اصل سوال یہ ہے کہ ہر مذہبی روایت نے عورت کو ملکیت اور وراثت کے حوالے سے کیا قانونی حیثیت دی اور اس حق کو خاندان کے دوسرے حقوق و فرائض کے ساتھ کس طرح جوڑا۔

حالیہ تحقیقی مطالعات میں بھی اس موضوع کو تینوں مذہبی روایتوں کے بنیادی نصوص اور قانونی تصورات کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ توقیر احمد کی 2024ء کی تحقیق میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے وراثتی تصورات کا تقابلی جائزہ لیا گیا، جبکہ 2026ء کی ایک تحقیق نے خاص طور پر عورت کے وراثتی حصے کو قرابت، نسل اور مالی ذمہ داری کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔[1]

زیر نظر تحقیق میں بنیادی مذہبی نصوص کو اصل بنیاد بنایا گیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں فقہی اور جدید قانونی مطالعات سے مدد لی گئی ہے۔ مقصد کسی مذہب کے بارے میں محض مدح یا تنقید کرنا نہیں بلکہ عورت کے وراثتی حق کی قانونی ساخت کو تقابلی انداز میں سمجھنا ہے۔

یہودی مذہبی روایت میں عورت کا حقِ وراثت

تورات میں عورت کے حقِ وراثت کے حوالے سے سب سے نمایاں واقعہ صلفحاد کی بیٹیوں کا ہے۔ کتابِ اعداد میں ذکر ہے کہ صلفحاد فوت ہو گیا اور اس کے کوئی بیٹے نہ تھے۔ اس کی بیٹیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئیں اور اپنے والد کی میراث کے بارے میں سوال کیا۔ اس موقع پر انہیں وراثت کا حق دیا گیا۔ یوں یہودی مذہبی متن میں بیٹی کے لیے وراثت کا حق ایک واضح صورت میں سامنے آتا ہے۔[2]

یہ واقعہ اس لیے اہم ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی کو ہر صورت میں وراثت سے باہر نہیں رکھا گیا تھا۔ تاہم یہ حق ایک مخصوص خاندانی صورت سے متعلق تھا، یعنی جب بیٹا موجود نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ کتابِ اعداد کے باب 36 میں یہ مسئلہ بھی سامنے آتا ہے کہ اگر یہ بیٹیاں کسی دوسرے قبیلے میں شادی کریں تو ان کے والد کی زمین دوسرے قبیلے میں منتقل ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان کی شادی اپنے قبیلے کے اندر رکھنے کی شرط بیان کی گئی۔[3]

یہ دونوں مقامات مل کر قدیم یہودی وراثتی تصور کی ایک اہم تصویر پیش کرتے ہیں۔ عورت کو وراثت کا حق ملتا ہے، لیکن زمین کی منتقلی کو صرف انفرادی ملکیت کے طور پر نہیں دیکھا جاتا بلکہ قبائلی اور خاندانی تسلسل بھی اہم رہتا ہے۔ جدید یہودی مطالعات میں بھی بناتِ صلفحاد کے واقعے کو اسی پدری اور قبائلی نظام کے پس منظر میں سمجھا گیا ہے۔[4]

اسی طرح Deuteronomy میں پہلے بیٹے کے لیے دوگنا حصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توراتی وراثتی نظام میں خاندان کے اندر مختلف رشتوں کی قانونی حیثیت یکساں نہیں تھی۔[5]

یہودی قانونی روایت بعد کے ادوار میں مزید ترقی کرتی رہی۔ عورت کے مالی تحفظ کے لیے شادی کے معاہدے اور دیگر قانونی طریقے بھی استعمال ہوئے۔ Mary F. Radford نے یہودی اور اسلامی قانون کے تقابلی مطالعے میں یہ واضح کیا ہے کہ یہودی قانون میں عورت کے مالی تحفظ اور وراثت کے مسئلے کو ایک ہی زاویے سے نہیں دیکھا جا سکتا؛ عورت کے لیے مالی سہارا فراہم کرنے کے مختلف قانونی ذرائع موجود رہے۔[6]

اس لیے یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ یہودی روایت میں عورت کا وراثتی حق موجود تھا، لیکن اس کی تشکیل خاندان، پدری نسب اور قبائلی ملکیت کے وسیع نظام کے اندر ہوئی۔

عیسائی روایت میں عورت اور وراثت

عیسائیت کے معاملے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نئے عہد نامے میں وراثت کے لیے کوئی ایسا تفصیلی نظام موجود نہیں جس میں بیٹی، بیوی، ماں اور بہن کے حصے باقاعدہ متعین کیے گئے ہوں۔ انجیل میں وراثت کا ذکر ضرور ملتا ہے، لیکن اس کا انداز زیادہ اخلاقی اور معاشرتی ہے۔ انجیلِ لوقا میں ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتا ہے کہ اس کے بھائی کو میراث تقسیم کرنے کا حکم دیا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس موقع پر مال کی

IEER Institute for Excellence in Education & Research

حرص سے بچنے کی تعلیم دیتے ہیں۔[7] یہاں وراثت کا مسئلہ سامنے آتا ہے، لیکن وارثوں کے حصے مقرر نہیں کیے جاتے۔ اسی طرح Galatians 3:28 میں مرد اور عورت کے روحانی مساوی مقام کا ذکر ملتا ہے۔[8] یہ تعلیم انسانی اور روحانی حیثیت کے حوالے سے اہم ہے، لیکن اسے وراثت کے حصوں کا باقاعدہ قانونی حکم قرار دینا درست نہیں ہو گا۔ بعد کے عیسائی معاشروں میں وراثتی قوانین مختلف قانونی روایتوں سے تشکیل پاتے رہے۔ رومی قانون، کلیسائی قانون، مقامی عرف اور بعد میں ریاستی قوانین نے اس معاملے میں اپنا کردار ادا کیا۔ Shazia Rasheed Abbasi اور Ahmad Raza کی تحقیق بھی اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ نئے عہد نامے میں خاندان اور وراثت کا کوئی ایسا جامع معاشی و قانونی ضابطہ نہیں ملتا جو اسلامی قانونِ فرائض کی طرح تمام وارثوں کے حصے متعین کرتا ہو۔[9]

اس کا مطلب یہ نہیں کہ عیسائی عورتوں کو ہر زمانے میں وراثت سے محروم رکھا گیا۔ مختلف علاقوں اور ادوار میں ان کے حقوق مختلف قوانین کے تحت متعین ہوئے۔ اصل فرق یہ ہے کہ عیسائی مذہبی متن نے وراثت کے حصوں کا جامع ضابطہ خود فراہم نہیں کیا۔

اسلام میں عورت کا حقِ وراثت

اسلامی قانونِ وراثت کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید نے عورت کے حق کو واضح طور پر تسلیم کیا اور اسے محض خاندان کی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

”مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔“ (**النساء:7**[10])

آیت میں نصیباً مفروضاً کے الفاظ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ عورت کا حصہ کسی شخص کی مرضی یا محض معاشرتی رسم پر منحصر نہیں بلکہ اسے ایک مقرر حق قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید نے اولاد کے حصوں کی تفصیل بیان کی:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ

”اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔“ (**النساء:11**[11])

یہاں ایک اہم بات سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ حکم اولاد کی ایک خاص صورت سے متعلق ہے، اسے پورے اسلامی نظامِ وراثت کا عمومی فارمولا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی آیت میں ایک بیٹی کے لیے نصف اور متعدد بیٹیوں کے لیے دو تہائی کا حکم بھی موجود ہے۔

قرآن مجید نے ماں اور باپ کے حصے بھی بیان کیے اور میاں بیوی کے حصوں کی تفصیل بھی دی۔ بیوی کے بارے میں سورۃ النساء میں فرمایا گیا:

فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

”پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے۔“

(النساء:12)[12]

بہنوں کے وراثتی حقوق بھی سورۃ النساء کی آخری آیت میں بیان ہوئے ہیں۔[13] اس طرح قرآن عورت کو صرف بیٹی کی حیثیت سے نہیں بلکہ مختلف خاندانی رشتوں میں وارث تسلیم کرتا ہے۔

یہاں اسلامی نظام کی ایک بنیادی خصوصیت سامنے آتی ہے: عورت کا حق صرف اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ ایک مقرر قانونی حق ہے۔ اسی وجہ سے بعد میں علم الفرائض نے اسلامی فقہ میں مستقل علمی حیثیت اختیار کی۔

”لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ“ کا مفہوم

اسلامی وراثت پر اعتراضات میں سب سے زیادہ زیرِ بحث یہی اصول آتا ہے کہ بعض حالات میں مرد کو عورت سے دوگنا حصہ کیوں ملتا ہے۔ اس سوال کو سمجھنے کے لیے پورے نظام کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی وراثت میں ہر صورت مرد کو عورت سے دوگنا نہیں ملتا۔ وراثت کے حصے رشتے، وارث کی نسل، دوسرے وارثوں کی موجودگی اور قانونی صورتِ حال کے مطابق بدلتے ہیں۔ 2026ء کی ایک comparative study نے بھی اسی نکتے کو نمایاں کیا ہے کہ وراثتی حصوں میں فرق کو صرف مرد یا عورت ہونے کی بنیاد پر سمجھنا کافی نہیں؛ قرابت کی نوعیت، نسل میں مقام اور مالی ذمہ داریاں بھی اہم عوامل ہیں۔[14]

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی خاندانی نظام میں مرد پر بعض مالی ذمہ داریاں رکھی گئی ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ

”مرد عورتوں پر ذمہ دار ہیں، اس وجہ سے کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔“

(النساء:34)[15]

یہ آیت خاندانی مالی ذمہ داری کے ایک اہم پہلو کو بیان کرتی ہے۔ تاہم اسلامی وراثت کے ہر حصے کو صرف نفقے کے حساب سے سمجھنا بھی درست نہیں۔ وراثت کی تقسیم میں قرابت اور دوسرے قانونی عوامل بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے "مرد کو دو اور عورت کو ایک" کہنا اسلامی وراثت کی مکمل تعبیر نہیں۔ زیادہ درست بات یہ ہے کہ بعض مخصوص صورتوں میں مرد کا حصہ زیادہ ہے، اور اس فرق کو اسلامی خاندان کے مجموعی قانونی نظام کے اندر سمجھنا چاہیے۔

عورت کی ملکیت اور وراثت

عورت کے وراثتی حق کو اس کی عمومی ملکیتی حیثیت سے الگ کر کے دیکھنا بھی درست نہیں۔ اگر کسی عورت کو وراثت میں مال ملتا ہے تو بنیادی سوال یہ ہے کہ اس مال کی مالک کون ہوگی۔ اسلامی قانون میں عورت کو اپنی ملکیت پر مستقل حق حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وراثت عورت کے لیے صرف ایک وقتی مالی فائدہ نہیں بلکہ اس کی مستقل معاشی حیثیت کا حصہ بنتی ہے۔

Mary F. Radford نے یہودی اور اسلامی قانون کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے یہ فرق نمایاں کیا ہے کہ دونوں نظاموں میں عورت کے مالی تحفظ اور ملکیت کے تصورات کی قانونی ساخت ایک جیسی نہیں۔[6]

اسی طرح جدید پاکستانی تحقیق میں بھی اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں عورت کی ملکیت، مہر، مالی خود اختیاری اور وراثت کو ایک دوسرے سے مربوط موضوعات کے طور پر دیکھا گیا ہے۔[16]

اس زاویے سے دیکھا جائے تو وراثت صرف اس سوال کا نام نہیں کہ عورت کو کتنے حصے ملے، بلکہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اسے ملنے والے مال پر اس کا مستقل حق کس نوعیت کا ہے۔

تقابلی و تنقیدی جائزہ

تینوں مذہبی روایتوں کو ایک ساتھ رکھنے سے بنیادی فرق سامنے آتا ہے۔ یہودی روایت میں عورت کے لیے وراثت کی گنجائش موجود ہے، لیکن اس کا تعلق پدری نسب اور قبائلی ملکیت کے تحفظ سے مضبوطی سے جڑا ہوا ہے۔ بناتِ صلفحاد کا واقعہ اس حق کی واضح مثال ہے، جبکہ اس کے بعد قبائلی زمین کے تحفظ کی شرط اس نظام کی دوسری جہت سامنے لاتی ہے۔[3]

عیسائی روایت میں عورت کی انسانی اور روحانی قدر و منزلت کے اہم تصورات موجود ہیں، لیکن نئے عہد نامے میں وراثت کے حصوں کا مکمل ضابطہ موجود نہیں۔ بعد کے ادوار میں وراثتی قانون مختلف قانونی روایتوں کے ذریعے تشکیل پاتا رہا۔[9]

اسلامی قانون میں بنیادی فرق یہ ہے کہ قرآن نے عورت کے حقِ وراثت کو براہِ راست مقرر کیا۔ عورت کو بیٹی، ماں، بیوی اور بہن کی حیثیت سے مختلف حالات میں وارث بنایا گیا اور اس کے حصے قرآن مجید میں بیان کیے گئے۔[10]

یہاں ایک علمی احتیاط ضروری ہے۔ تقابلی مطالعہ کا مقصد یہ ثابت کرنا نہیں ہونا چاہیے کہ ایک مذہبی روایت میں عورت کے تمام حقوق موجود تھے اور دوسری میں بالکل نہیں تھے۔ تاریخی حقیقت اس سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ زیادہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ ہر روایت کو اس کے اپنے بنیادی مصادر اور قانونی ڈھانچے میں سمجھا جائے۔

اسلامی وراثت کے بارے میں بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ اگر صرف ایک آیت کو سامنے رکھ کر پورے نظام پر حکم لگا دیا جائے تو بہت سے دوسرے قرآنی احکام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ قرآن نے عورت کے حقِ وراثت کو واضح طور پر تسلیم کیا، اس کے مختلف رشتوں کے حصے بیان کیے اور بعد میں اسلامی فقہ نے ان اصولوں کو علم الفرائض کی شکل میں منظم کیا۔

حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ »

"مقررہ حصے ان کے حق داروں کو دے دو، پھر جو باقی بچے وہ قریب ترین مرد عصبہ کے لیے ہے۔[17] "

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلامی وراثت ایک باقاعدہ قانونی نظام ہے جس میں پہلے مقررہ حصے حق داروں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ اسی بنیاد پر فقہائے اسلام نے وراثت کے پیچیدہ مسائل کو منظم کیا۔

نتائج تحقیق

اس تحقیق سے چند بنیادی نتائج سامنے آتے ہیں۔

اول، عورت کا حقِ وراثت تینوں مذہبی روایتوں میں ایک جیسی قانونی شکل نہیں رکھتا۔ ہر روایت میں عورت کے حق کی بنیاد اور دائرہ اپنے مخصوص خاندانی اور قانونی تصور سے وابستہ ہے۔

دوم، یہودی روایت میں بناتِ صلفحاد کا واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مخصوص حالات میں بیٹی کو وراثت کا حق حاصل تھا، لیکن اس حق کے ساتھ قبائلی ملکیت کے تحفظ کی شرط بھی وابستہ تھی۔

سوم، عیسائی مذہبی متن میں عورت کے وراثتی حصوں کا تفصیلی نظام موجود نہیں۔ بعد کے عیسائی معاشروں میں یہ مسئلہ مختلف قانونی نظاموں کے ذریعے طے ہوتا رہا۔

چہارم، قرآن مجید نے عورت کے حقِ وراثت کو صریح اور مقرر حق کے طور پر تسلیم کیا اور مختلف خاندانی رشتوں کے لیے الگ الگ حصے بیان کیے۔

پنجم، "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ" کو اسلامی وراثت کا ہر صورت پر لاگو ہونے والا اصول سمجھنا درست نہیں۔ یہ اولاد کی ایک مخصوص صورت سے متعلق حکم ہے۔

ششم، اسلامی وراثت میں حصوں کے تعین کے ساتھ قرابت، نسل، وارثوں کی موجودگی اور خاندانی مالی ذمہ داریوں کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔

ہفتم، اسلامی قانون میں عورت کو حاصل ہونے والی وراثت اس کی مستقل ملکیت بنتی ہے، اس لیے وراثت عورت کی معاشی شخصیت کا بھی ایک اہم حصہ ہے۔

ہشتم، تینوں مذاہب کا تقابلی مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ عورت کے وراثتی حقوق کو صرف حصوں کے عددی موازنے سے سمجھنا کافی نہیں؛ پورے قانونی اور خاندانی نظام کو سامنے رکھنا زیادہ مناسب تحقیقی طریقہ ہے۔

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

خلاصہ تحقیق

عورت کے وراثتی حقوق کا مسئلہ بظاہر جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ ہے، لیکن حقیقت میں یہ خاندان، ملکیت، ذمہ داری اور عورت کی قانونی حیثیت سے جڑا ہوا ہے۔ اسی لیے یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں اس مسئلے کا تقابلی مطالعہ صرف حصوں کے موازنے تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ یہودی روایت میں عورت کے حقِ وراثت کی ایک واضح مثال بناتِ صلفحاد کے واقعے میں ملتی ہے، لیکن اس حق کے ساتھ خاندانی اور قبائلی ملکیت کا تصور بھی وابستہ ہے۔ عیسائی روایت میں عورت کی انسانی اور روحانی حیثیت کے اہم تصورات ملتے ہیں، لیکن نئے عہدنامے میں وراثت کے حصوں کا جامع قانونی نظام موجود نہیں۔ اسلام میں قرآن مجید نے عورت کے وراثتی حق کو واضح طور پر بیان کیا اور اسے مختلف خاندانی رشتوں میں مقرر حق کی حیثیت دی۔

اس پورے تقابل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عورت کے وراثتی حق کو سمجھنے کے لیے صرف یہ سوال کافی نہیں کہ اسے مرد کے مقابلے میں کتنا ملا۔ اس کے ساتھ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ عورت کو مستقل مالک تسلیم کیا گیا یا نہیں، اسے کن حالات میں وارث بنایا گیا، اس کا حق لازمی تھا یا نہیں، اور خاندان کی مالی ذمہ داریاں کس طرح تقسیم کی گئی تھیں۔ اسلامی قانون کو اسی وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو "للذکر مثل حظ الانثیین" پورے نظام کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ ایک خاص صورت کا حکم ہے۔ پورا نظام قرآن کے مختلف احکام، خاندانی ذمہ داریوں اور عورت کی مستقل ملکیتی حیثیت کو ملا کر سامنے آتا ہے۔ یہی تقابلی زاویہ تینوں سامی مذاہب میں عورت کے وراثتی مقام کو زیادہ متوازن اور علمی انداز میں سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

حوالہ جات

[1]توقیر احمد، "وراثت میں خواتین کا حصہ: یہودیت، عیسائیت اور اسلامی قانونِ وراثت کا ایک تقابلی جائزہ،" *مجلہ تعلیم و تحقیق*، جلد 6، شمارہ 1، 2024۔

[2] *The Holy Bible*, Numbers 27:1–11.

[3] *The Holy Bible*, Numbers 36:1–12.

[4] Ilona Rashkow, "The Daughters of Zelophehad: Biblical Women's Rights Activists (?)," *Jewish Bible Quarterly*, Vol. 52, No. 1, 2024, pp. 25–36.

[5] *The Holy Bible*, Deuteronomy 21:15–17.

[6] Mary F. Radford, "The Inheritance Rights of Women Under Jewish and Islamic Law," *Boston College International and Comparative Law Review*, Vol. 23, No. 2, 2000, pp. 135–184.

[7] *The Holy Bible*, Luke 12:13–15.

[8] *The Holy Bible*, Galatians 3:28.

[9] Shazia Rasheed Abbasi and Ahmad Raza, "یہودیت و عیسائیت میں خواتین کے احکام وراثت کا تنقیدی مطالعہ،" *Al-Wifaq*, Vol. 4, No. 2, 2021, pp. 139–150. DOI: 10.55603/alwifaq.v4i2.u9.

[10]القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت 7۔

[11]القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت 11۔

[12]القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت 12۔

[13]القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت 176۔

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

[14] Mahmoud Mohamed Ali Aghnaya and Noha Nasr Ali, "Women's Right to Inheritance: A Comparative Study," *Al-Haq Journal for Sharia and Legal Sciences*, Vol. 13, No. 1, 2026, pp. 168–180. DOI: 10.58916/alhaq.v13i1.440.

[15]القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت34۔

[16] Ruqia Bano and Sadaf Ahmed Ali, "اسلام اور دیگر الہامی مذاہب میں عورت کی ملکیت کا تقابلی جائزہ، " *Pakistan Islamicus*, Vol. 6, No. 1, 2026, pp. 44–49.

[17]البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض۔

IEER
Institute for Excellence in Education & Research